خانقاہیں اور مدرسے

(از قاضی اطہر مبارکپوری)

"احسان" شریعت کی اصطلاح میں اُس مقامِ عبدیت کو کہتے ہیں جو اسلام و ایمان کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، اور جب اسلام و ایمان سے ناواقفیت ہو اور اُن پر عمل نہ ہو، یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، اِس لئے وہی نفوسِ قدسیہ "مقامِ احسان" پر پہونچتے ہیں جو شریعت میں علم و عمل کے معیار پر پُورے اُترتے ہیں، اور جو لوگ دینی علوم و فنون سے ناواقف ہوتے ہیں، وہ اس بلند مقام تک نہیں پہونچ سکتے۔

اِسی حقیقت کو چند واقعات کی روشنی میں دکھانا ہے، اور بتانا ہے کہ طریقت و مشیخت کے لئے شریعت اور شریعت کے علوم کس قدر ضروری ہیں، اور اسلاف رحمہم اللہ نے دونوں چیزوں کو کس طرح ایک جا کر کے دکھایا ہے۔

مگر بعد کے لوگوں نے شریعت کو طریقت سے جُدا کر کے "اسلام و ایمان" اور "احسان" میں تفریق کی جو راہ نکالی وہ اُمت کیلئے مہلک ثابت ہوئی۔ پہلے ہم اربابِ طریقت اور مشائخ کرام کے ذاتی حالات جو اُن کے عِلم سے تعلق رکھتے ہیں، پیش کرتے ہیں۔ پھر بتائیں گے کہ ان حضرات نے کس طرح علم کے لئے اپنی خانقاہوں کو "مدارس" بنایا، اور علومِ شریعت کی تعلیم و ترویج کے لئے انہوں نے کیا کام کیا۔

شریعت اربابِ مشیخت کی نظر میں!

حضرت ذوالنون مصریؒ متوفی ۲۴۵ھ ہجری اپنے شاگردوں اور مُریدوں سے فرماتے ہیں:۔

یا معشر المریدین من اراد منکم الطریق فلیلق العلماء باظهار الجهل، والزهاد باظهار الرغبة عن الدنیا والعارفین بالصمت۔

"اے مُریدو! تم میں سے جو کوئی معرفت و طریقت کا ارادہ رکھتا ہو تو علماء کے سامنے اپنا جہل ظاہر کر کے جائے، اور زاہدوں کے سامنے دُنیا سے اعراض ظاہر کر کے جائے اور عارفین کی خدمت میں خاموشی کے ساتھ جائے۔"

⁂ ⁂ ⁂

ایک مرتبہ آپ سے قرآن کے عالموں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:۔

هم الذین انضبوا المرکب والابدان صحبوا القرآن بابدان ناحلة وشفاه ذابلة، ودموع وابلة وزفرات عالیة، اولئك لهم الأمن وهم مهتدون۔

"یہ وہ گروہ ہے جس نے اپنی سواریوں اور اپنے جسموں کو قربان کر دیا ہے اس طبقہ نے اپنے کمزور بدن، مرجھائے ہونٹ، گرتے ہوئے آنسو، اور بلند ہونے والی آہوں میں قرآن کو اپنے سینے سے لگایا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

(طبقات کبریٰ شعرانی ج ۱ ص ۶۷)

دیکھئے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مُریدوں کو تاکید کرتے ہیں کہ جہاں وہ زاہدوں، اور عارفوں کے پاس تعلیم و تربیت کے لئے جائیں، وہاں علمائے کتاب و سنت کے پاس بھی جائیں، اور اُن کے سامنے جاہل بنکر دین کے علوم حاصل کریں کہ ایمان و احسان کا پہلا زینہ علمِ دین ہے۔

پھر صوفیاء اور عباد و زہاد کے مقابلہ میں آپ نے علماء کے اوصاف و کمالات میں جن گوشوں کو اُجاگر فرمایا ہے اُن کو

ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ حضرات عبّاد و زہّاد بھی اپنے زہد و عبادت سمیت ان پر قربان ہونے کی تمنا کرنے لگیں اور اُن کو یقین پیدا ہو جائے کہ احسان و تصوف اور زہد و عبادت کے سارے حقائق علم دین کے حصول ہی میں طے ہو جاتے ہیں اور اس راہ کے سالک کو امن و ہدایت کی منزل مل جاتی ہے، بشرطیکہ خلوص نیت اور ایمانداری و دیانت کے ساتھ علم دین حاصل کیا جائے۔ آپ نے اپنے دور کے بہت سے علماء پر تنقید بھی فرمائی ہے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:۔

اذا عمل العالم بالعلم استوت لہٗ قلوب المومنین وکرھہ کل من فی قلبہ مرض۔ (طبقات کبریٰ شعرانی ج۱ ص۶۸)

”جب عالم علم پر عمل کرتا ہے تو مومنوں کے دل اسکی طرف محبت میں لگ جاتے ہیں اور اسے ہر وہ شخص ناپسند کرتا ہے جو مریض قلب ہے“

اس قول میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ اگر علم کے ساتھ عمل ہو تو پھر قبولیت و پذیرائی لازمی ہے، اور عالم باعمل کو مومن و متقی دل سے چاہتے ہیں اور اُن کا مقام سب سے بلند ہوتا ہے، اور جو اپنے زہد و عبادت کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے عالم باعمل کی دل سے قدر نہ کرے اُس کا دل بیمار ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفتی و فقیہ، اور امام ابو ثور کے قدیم فقہی مسلک کے راوی و ناقل تھے۔

وکان فقیھا یفتی الناس علیٰ مذھب ابی ثور صاحب الامام الشافعی وراوی مذھبہ القدیم (ایضاً ص۹۳)

”آپ مفتی تھے، امام ابو ثور صاحب کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کے قدیم مسلک کے ناقل بھی تھے“

آپ جب دنیا سے تشریف لیجانے لگے تو اپنے تمام اقوال و نظریات کو دفن کرنے کی وصیت کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے علم شریعت کو کافی سمجھا۔ آپ نے فرمایا

احببت ان لا یرانی اللہ تعالیٰ وقد ترکت شیئاً منسوباً الیّ وعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اظھر الناس۔ (ایضاً ص۹۵)

”میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی حالت میں نہ دیکھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز چھوڑی ہو جو میری طرف منسوب ہو، اس حال میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم انسانوں کے اندر موجود ہے“

یعنی کتاب و سنت کے شرعی علوم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی موجودگی میں کسی اُمتی کے اقوال و نظریات کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علوم نبویہ ہی سب کچھ ہیں، اور ان ہی سے معرفت الٰہی کا ہر طریقہ اور مقام مل سکتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ زہد و اتقاء میں امامت و عبادت کے مالک ہیں، آپ اپنا تجربہ علم اور مجاہدہ دونوں کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:۔

اختلاف العلماء رحمۃ الا فی تجرید التوحید، ولقد عملت فی المجاھدۃ ثلاثین سنۃ فما وجدت شیئا اشق علی العبد من العلم ومتابعتہ۔ (طبقات کبریٰ ج۱ ص۸۴)

”علماء کا اختلاف رحمت ہے، مگر توحید کی تجرید میں نے کامل تیس برس مجاہدہ و ریاضت میں بسر کئے، مگر میں نے بندے کے لئے سب سے بڑا مجاہدہ علم اور اس پر عمل کو پایا“

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ زہد و تصوف میں زیادہ مشہور ہیں، مگر وہ علم میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔

وصار اوحد اھل الوقت علماً وحالاً وظرفاً، تفقہ علیٰ مذھب الامام مالک رضی اللہ عنہ وکتب الحدیث الکثیر (طبقات کبریٰ ج۱ ص۱۵۱)

”آپ علم دین حال اور وسعت ظرف میں یکتائے زمانہ تھے، امام مالکؒ کے مسلک پر فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور بہت زیادہ احادیث لکھیں“۔

آپ کے واقعات میں علامہ شعرانی نے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے دینی علوم اور شرعی اصول و فروع میں آپ کی دقت نظر

فقاہت ومہارت کا علم بخوبی ہوتا ہے اور ساتھ ہی آپ کے مقام ومرتبہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔

ابن بشار نامی ایک عالم لوگوں کو حضرت شبلی کے پاس جانے اور اُن کی باتیں سُننے سے روکتے تھے۔ ایک دن ابن بشار آپ کا اِمتحان لینے آئے اور کہنے لگے "پانچ اونٹ میں کتنی زکوٰۃ ہے؟" حضرت شبلی خاموش رہے، جب اُنھوں نے بار بار دریافت کیا تو فرمایا "شریعت کی رو سے ایک بکری واجب ہے اور ہم جیسے لوگوں کے لئے کل اونٹ دینا واجب ہے۔" یہ سُنکر ابن بشار نے پوچھا، اِس مسلک پر کوئی امام ہے؟ آپ نے فرمایا "ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب انہوں نے اپنا کل مال اللہ کی راہ میں نکال دیا تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابوبکر! بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ تو جواب دیا "اللہ ورسول کو" یہ سُنکر ابن بشار چلے گئے، اور اس کے بعد پھر کسی کو آپ کے پاس آنے جانے سے نہیں روکا۔

اُمتِ مسلمہ کے سرتاج عارفین حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم اور محدث وفقیہ تھے، آپ کے حال میں لکھا ہے:-

وکان رضی اللہ عنہ یلبس لباس العلماء۔ "آپ علماء کا لباس پہنتے تھے۔"

علامہ شعرانی نے طبقات کبریٰ میں آپ کے ذکر میں لکھا ہے کہ آپ تیرہ علوم میں دسترس رکھتے تھے، آپ کے مدرسہ میں طلبہ آپ سے (۱) تفسیر (۲) حدیث۔ (۳) فقہ۔ (۴) خلافیات کے درس حاصل کرتے تھے۔

آپ صبح وشام تفسیر، علوم حدیث، فقہ، خلافیات اُصول اور نحو کا سبق پڑھا کرتے تھے، آپ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے، آپ کے فتاوےٰ علماء کے سامنے پیش کئے جاتے تو وہ سخت متعجب ہوتے، اور اقرار کرتے کہ سبحان اللہ! اللہ نے اس بندے پر کیسا فضل وانعام فرمایا ہے۔[1]

اِن چند مثالوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین کے زمانے میں حضرات صوفیاء اور ارباب زہد وتقوےٰ علوم شرعیہ کے حامل ہوتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، مناظرہ اور نحو، صرف وغیرہ علوم مروجہ کی تعلیم دیتے دلاتے تھے، اور معلم ومدرس اور مفتی ہوتے تھے، اِس کے بعد زہد وتصوّف اور معرفت وطریقت کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اسی بات کی تاکید اپنے شاگردوں اور مُریدوں کو کرتے تھے اور ان کو خود علوم شرعیہ کی تعلیم دیتے، یا دوسرے علمائے دین کی خدمت میں بھیجتے۔

اِسلام میں خانقاہ کی تاریخ!

خانقاہ فارسی کے لفظ خانگاہ کا معرب ہے، اِسی عربی میں عام طور سے خانکاہ بھی لکھتے ہیں اور اس کی جمع خوانک اور خوانق ہے۔

والخوانک حدثت فی الاسلام فی حدود الاربع مائۃ من سنی الھجرۃ وجعلت لتخلی الصوفیۃ فیھا لعبادۃ اللہ تعالیٰ۔ "اسلام میں خانقاہوں کا رواج چوتھی صدی ہجری کے حدود میں ہوا، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے صوفیاء کی تنہائی کی جگہ بنایا گیا۔"

خانقاہ کا باقاعدہ نظام اگرچہ چوتھی صدی ہجری میں جاری ہوا، اور صوفیائے کرام نے اسے عبادت وریاضت کے لئے مخصوص کیا۔ مگر اس طرح کے مقام کا ثبوت عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ملتا ہے، جس میں بے وسیلہ اور دُنیا سے منقطع عباد وزہاد عبادت وریاضت کرتے تھے اور ارباب دُنیا سے دُور رہ کر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرتے تھے۔

چنانچہ علامہ مقریزی نے ابونعیم کے حوالہ سے بیان کیا ہے

[1] طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱ ؛ ۱۲

کہ سب سے پہلے جس نے عبادت کے لئے مستقل مکان بنایا وہ زید بن صوحان بن صبرہ ہیں، انھوں نے اہلِ بصرہ میں سے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ نہ اُن کے پاس تجارت ہے اور نہ آمدنی کا ذریعہ ہے، اور وہ لوگ عبادت الٰہی میں لگے رہتے ہیں۔ یہ دیکھکر زید بن صوحان نے اُن حضرات کے لئے مکانات بنوائے، اور اُن میں اُن کو ٹھیرایا۔ اور اُن کے کھانے پینے، پہننے وغیرہ کا ایسا انتظام کیا جو اُن کے لئے کافی ہوسکے۔

ایک دن زید بن صوحان اُن بزرگوں کی مُلاقات اور زیارت کے لئے آئے۔ اور اُن کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ بصرہ کے گورنر عبد اللہ بن عامر نے ان حضرات کو بُلایا ہے۔ یہ سُنکر زید بن صوحان نے اُن کو ساتھ لیا، اور عبد اللہ بن عامر کے پاس جاکر کہا:۔

"ابن عامر! آپ ان لوگوں سے کیا چاہتے ہیں؟"

ابن عامر نے کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ یہ حضرات مجھ سے سفارش کریں تو میں ان کی سفارش کو منظور کروں، اور کچھ سوال کریں تو میں اُسے پُورا کروں اور جس بات کا اشارہ کریں اُسے قبول کروں"۔ ابن عامر کی اِس پیش کش کو سُنکر زید بن صوحان نے ان بزرگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا:۔

لا، ولا كرامة فتأتي	"یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ صرف اللہ
الی قوم قد انقطعوا الی اللہ	سے لَو لگانے والوں کے پاس
فتدنسهم بدنياك،	آکر ان کو اپنی دُنیا میں ملوث کریں
وتشركهم في امرك	اور اپنے دنیاوی معاملات میں
حتى اذا ذهبت اديانهم	شریک کریں، اور جب دُنیا میں
اعرضت عنهم فطاحوا	پڑکر ان کا دین ختم ہوجائے، تو
لا الى الدنيا ولا الى الآخرة	اُن سے منہ پھیرلیں، پھر وہ نہ دُنیا
٭ ٭ ٭	کے رہیں، نہ آخرت کے، اور اِدھر
٭ ٭ ٭	اُدھر مارے مارے پھریں"

ابن عامر سے زید بن صوحان نے یہ کہکر اپنے ساتھیوں سے کہا:۔

قوموا فارجعوا الی مواضعكم "آپ لوگ یہاں سے اپنی جگہ پر چلے جائیں"

٭ ٭ ٭

یہ سُنکر جو لوگ ان کے ساتھ گئے تھے سب وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے، اور ابن عامر اس طرح خاموش رہے کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے[1]

اسی ایک واقعہ اور خانقاہ کی ابتدائی تاریخ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خانقاہ اور خانقاہ والوں کا کیا مقام تھا، اور دورِ سلف میں امتِ مسلمہ کے عبّاد و زہاد کے بارے میں دوسرے لوگوں کا کیا خیال تھا، اور خود وہ حضرات اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے کس قدر بلند تھے، اور خانقاہی زندگی اسلامی غیرت و حمیّت اور زہد و اتقاء کا کیا معیار رکھتی تھی۔

نیز آئندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد جب بڑی حد تک زہد و تصوّف کے نام پر عجمی تصوّرات و عقائد کام کرنے لگے تھے، اُس دور میں بھی سچے حضرات صوفیاء اور اربابِ خانقاہ اس معیار پر کس شدّت و عزیمت سے قائم تھے، اور اُن کی پُوری زندگی خانقاہ میں رہکر علم و عمل کا سچّا نمونہ تھی، اور اُن خانقاہوں کے رہنے والے صرف صوفی اور عابد و زاہد ہی نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ علوم دینیہ کے امام و استاذ ہوا کرتے تھے اور اُن کی خانقاہیں اسلامی علوم کی بہترین درس گاہیں ہوا کرتی تھیں۔

صوفیاء کی خانقاہوں پر علماء کا قبضہ اور اُن کی نگرانی!

مُسلمانوں کی خانقاہیں اور اُن کے عبّاد و زہاد کے زاوئے اور رباطین اربابِ علم و فضل سے معمور رہا کرتی تھیں اور جو لوگ اُن میں رہتے تھے علم و عمل کے پیکر ہوتے تھے، خانقاہوں کی نگرانی، اُن کے اوقاف کی تولیت اور صوفیاء کی تعلیم و تربیت کتاب و سنت کے مطابق علماء اور فقہاء

[1] کتاب الخطط والآثار مقریزی ج ۴ (ص ۲۷۳) ٭

کے ذمہ ہوا کرتی تھی، اور اُن کا کوئی گوشہ علم دین سے خالی نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ قاہرہ کی خانقاہ صالحیہ جو دُور دراز کے فقراء اور صوفیاء کے لئے خاص تھی اور جس میں اُن کو ہر طرح کی آسانیاں فراہم تھیں، اُس کے لئے سلطان صلاح الدین ایوبی نے ایک شیخ مقرر کیا اور اُس کا لقب شیخ الشیوخ رکھا، اس کے بعد خانقاہ کے شیخ کو شیخ الشیوخ کہنے لگے۔

اس نظام کا نتیجہ یہ تھا کہ:-

وکان سکانہا من الصوفیۃ یعرفون بالعلم والصلاح وترجی برکتہم وولی مشیختہا الاکابر والاعیان کاولاد شیخ الشیوخ ابن حمویہ۔ (کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۷۳)

"یہاں کے رہنے والے صوفیاء علم اور صلاح میں مشہور تھے، اور اُن سے برکت کی اُمید کی جاتی تھی، اس خانقاہ کی مشیخت کے عہدے پر اکابر و اعیان فائز ہوتے تھے، جیسے شیخ الشیوخ ابن حمویہ کے خاندان والے۔"

اس خانقاہ کے شیخ الشیوخ قاضی القضاۃ تقی الدین عبد الرحمن جیسے ارباب علم و فضل اور ریاست و ثروت بھی رہ چکے ہیں۔

ان العادۃ کانت قدیما ان الشیخ ھو الذی یتقوم فی نظرھا۔

"اس خانقاہ کی پرانی رسم چلی آتی تھی کہ شیخ الشیوخ ہی اس کے تمام معاملات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔"

اس خانقاہ کے وقف نامہ میں یہ عبارت بھی درج تھی

ان الخانقاہ تکون وقفا علی الطائفۃ الصوفیۃ الواردین من البلاد الشاسعۃ والقاطنین بالقاہرۃ و مصر فان لم یوجدوا کانت علی الفقہاء من الفقہاء الشافعیۃ والمالکیۃ الاشعریۃ الاعتقاد۔ (کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۷۵)

"یہ خانقاہ اُن صوفیاء پر وقف ہے جو دُور دراز شہروں سے آئیں یا قاہرہ اور مصر میں مقیم ہوں، اگر یہ حضرات نہ ہوں تو پھر یہ خانقاہ شافعی فقہاء اور اُن مالکی فقہاء کے حاجتمندوں پر وقف ہوگی جو اعتقاداً اشاعرہ ہوں۔"

اِن تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ خانقاہی نظام اور اس کا ہر شعبہ علماء کے سپرد تھا اور وہی اس کے ذمہ دار اور مسئول تھے۔

خانقاہ بشتاک جسے امیر سیف الدین بشتاک ناصری نے بنوایا تھا اور جس کا افتتاح یکم ذی الحجہ ۷۳۶ھ کو ہوا تھا۔ اس کے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین قدسیؒ مقرر کئے گئے، اسی خانقاہ کی طرف شیخ بدر الدین محمد بن ابراہیم بدر بشتکی جیسے ماہر ادیب منسوب ہیں، خانقاہ شیخو کے شیخ الشیوخ حضرت شیخ اکمل الدین محمد بن محمود تھے جو کہ اس کے فقہ حنفی کے مدرسہ کے اُستاذ و مدرس بھی تھے وجعل الیہ النظر فی اوقاف الخانقاہ۔ "اور ان کی ذمہ داری میں خانقاہ کے اوقاف کی نگرانی بھی دے دی" (کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۸۳)

نیز اس خانقاہ میں شیخ بہاؤ الدین احمد بن علی سبکی شافعی، شیخ خلیل مالکی، اور قاضی القضاۃ شیخ موفق الدین حنبلی، اپنے اپنے فقہی مسلک کی تعلیم و تدریس پر مقرر تھے۔

خانقاہ سریاقوس کو سلطان الملک الناصر محمدؒ بن قلاؤن نے بنوایا تھا، اس کی تعمیر کے لئے بہت ہی اہتمام کیا، اور رجب ۷۲۵ھ ہجری میں اس کی تکمیل ہوگئی تو سلطان بہ نفس نفیس امراء، قضاۃ اور مشائخ خانقاہ کو لے کر اس کی افتتاحی رسم میں شریک ہوا، خانقاہ کے اندر فرش بچھایا گیا اور قاضی القضاۃ بدر الدین محمد بن جماعہ شافعی حدیث کا سماع کرانے کے لئے صدر مقام پر بیٹھے، اور اُن کے صاحبزادے عز الدین عبد العزیز نے ان کے سامنے ایسی بیس احادیث کو پڑھا جن کے راوی نو کی تعداد میں تھے

سُلطان نے بھی ان احادیث کا سماع کیا، اس افتتاح کے
موقعہ پر بہت بڑا مجمع تھا، اسی مجلس میں قاضی القضاۃ
ناصر اور دیگر حاضرین کو جن کے لئے روایت کی اجازت دینا
محدثین کے نزدیک جائز ہے، ابن جماعہ نے سب کو احادیث
کی روایت کی اجازت دی، اور اسی مجلس میں احادیث کے
سماع کے بعد معًا سلطان نے اس خانقاہ کے لئے شیخ
مجدالدین موسیٰ بن احمد بن محمود اقصرائی کو شیخ الشیوخ کا
لقب دے کر شیخ الشیوخ مقرر کیا، اس کے پہلے شیخ الشیوخ
صرف خانقاہ سعید السعداء کے شیخ کو کہا جاتا تھا۔

نیز اسی مجلس میں سلطان نے ان تمام شیوخ اور باہر
سے آنے والے دوسری خانقاہوں اور مدرسوں کے شیوخ
و مدرسین کو تحفے تحائف سے خوب خوب نوازا۔

(کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۸۵)

خانقاہ ارسلان کے شیخ الشیوخ حضرت تقی الدین
ابوالبقاء محمد بن جعفر بن محمد بن عبدالرحیم حسینی قنائی شافعی
مقرر کئے گئے۔ جن کے دادا مشہور بزرگ عبدالرحیم قنائی تھے
نیز جن کے والد ضیاء الدین جعفر بہت بڑے شافعی فقیہ تھے
شیخ الشیوخ (ابوالبقاء) خود بھی زبردست عالم، عارف و
زاہد تھے، احادیث کا سماع کرایا تھا، ۷۲۵ھ ہجری میں
فوت ہوئے، اس خانقاہ کے شیخ المشائخ قاضی القضاۃ
صدرالدین عبدالوہاب بن احمد اخنائی متوفی ۷۸۹ھ اور
ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ شمس الدین محمد تھے

(کتاب الخطط والآثار ج ۴)

خانقاہ بکتمر ساقی نے ۷۲۶ھ ہجری میں بنوایا تھا
اس کے سب سے پہلے شیخ الشیوخ حضرت شمس الدین
رومی تھے۔

ورتب لہ عن معلوم المشیخۃ — "ان کے لئے مشیخت کا ایک سو
فی کل شھر مائۃ درھم — درہم، اور امامت کا
وعن معلوم الامامۃ مبلغ — پچاس درہم، کل
خمسین درھما۔ — ڈیڑھ سو درہم ماہوار وظیفہ
(کتاب الخطط ج ۴ ص ۲۸۹) — مقرر کیا"

اس خانقاہ کی مشیخت کے وظیفے اور بھاری آمدنی کی
وجہ سے لوگ اس کے شیخ الشیوخ بننے کی تمنا کرتے تھے

خانقاہ قوصون کی تعمیر ۷۳۶ھ ہجری میں امیر سیف الدین
قوصون نے کی، اور اس کی مشیخت کے لئے حضرت شیخ شمس الدین
ابوالثناء محمود بن ابوالقاسم احمد اصفہانی کا انتخاب کیا،
اور ان کے لئے سالانہ روپیہ، روٹی، گوشت، صابون تیل
اور تمام ضروری اشیاء حتی کہ اُن کی سواری کے ملازم کا کپڑا
بھی مقرر کیا، اور یہ تمام چیزیں ان کے بعد آنے والے شیخ الشیوخ
کے لئے اوقاف کی طرف سے جاری رہیں۔

(کتاب الخطط والآثار ص ۲۹۲)

خانقاہ طغائی نجمی کے شیخ الشیوخ حضرت برہان الدین
رشیدی، خانقاہ طیبرس کو جب امیر علاؤالدین طیبرس
نے ۷۰۷ھ میں تعمیر کرایا تو صوفیاء کے لئے ایک شیخ الشیوخ
کا انتظام کیا، اور سب کے لئے وظیفے مقرر کئے۔

خانقاہ خروبیہ کو ایک بہت بڑے تاجر زکی الدین
ابوبکر بن علی خروبی نے بنوایا۔ اور سلطان موید نے اس تاجر
سے لے کر اُسے اور بھی عظیم الشان بنوایا، اور اس کے لئے
امام شمس الدین محمد بن جمتی دمشقی حنبلی کو شیخ الشیوخ بنایا
اور ۸۲۳ھ میں اُن کو خلعت و انعام اور ہر دن کے لئے
قیام وطعام کے ستر درہم کا وظیفہ جاری کیا۔ (ایضاً)

خانقاہ رکن الدین بیبرس!

یہ خانقاہ مصر کی سب سے بڑی عظیم الشان خانقاہ
تھی، اسے الملک المظفر رکن الدین بیبرس جاشنکیر منصوری
نے اپنے دورِ حکومت سے پہلے مصر کی امارت کے زمانہ میں
قاہرہ میں بنوایا تھا، اس کی ابتداء ۷۰۶ھ میں ہوئی،
اور انتہاء ۷۰۹ھ میں ہوئی، اس کے تین حصے تھے۔

ایک خانقاہ، دوسرا رباط، اور تیسرا قبہ، جس میں سلطان کی قبر ہے، سلطان مذکور نے خانقاہ میں چارسو صوفیاء، رباط میں ایک سو فوجی سپاہی اور مفلوک الحال لوگوں کو رکھا، نیز ایک مطبخ جاری کیا جس سے روزانہ ہر شخص کو بقدر ضرورت گوشت اور گیہوں کی تین روٹیاں اور حلوہ ملتا تھا۔

ورتب بالقبۃ درسا للحدیث النبوی، لہ مدرس، وعندہ عدۃ من المحدثین، ورتب القراء فیہ بالشباک الکبیر یتناولون القرأۃ فیہ لیلاً و نہاراً۔

خانقاہ کے قبہ میں بیبرس نے حدیث نبوی کے درس کا انتظام کیا، اس کام کے لئے اس کے یہاں کئی مدرس حضرات موجود تھے، اور بڑے جھروکے میں ایسے قراء وحفاظ رکھے جو رات دن قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔"

(کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۷۶)

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

اس خانقاہ میں فاضل لوگوں کا جانا ممنوع تھا، اور اس کا دربان اس میں رہنے والوں کے علاوہ کسی کو بھی اندر داخل نہیں ہونے دیتا تھا حتی کہ فقہاء اور فوجی سپاہی بھی نہیں جاسکتے تھے، اور امراء کو خاص طور سے جانا سختی کے ساتھ منع تھا، خانقاہ کے اندر ہی پنجوقتہ نماز ہوتی تھی، جس میں بڑا ہی کیف وسرور ہوتا تھا۔ الغرض اس خانقاہ میں ارباب علم اور اہل خیر وصلاح کی جماعت رہتی تھی۔

خانقاہ بندقداریہ!

یہ خانقاہ مسجد بھی تھی اور اس میں صوفیاء کے ساتھ ساتھ قراء بھی رہتے تھے، مدرسہ فرقانیہ کے سامنے واقع تھی، اسے امیر علاؤالدین ایدکین بندقداری صالحی نے سنہ ۶۸۳ہجری میں بنایا تھا۔

وجعلہا مسجداً للہ تعالیٰ وخانقاہ ورتب فیہا صوفیۃ وقراءً۔ (کتاب الخطط ج ۴ ص ۲۸۲)

"اس نے اس عمارت کو مسجد اور خانقاہ بنایا اور اس میں صوفیاء اور قراء وحفاظ کو رکھا۔"

اسی طرح دیگر خانقاہوں میں صوفیاء کے ساتھ ساتھ قراء رکھے جاتے تھے اور تصوف کا تعلق قرآنی علوم سے قائم رکھا جاتا تھا۔

خانقاہ شیخو!

یہ خانقاہ قاہرہ کے باہر جامع شیخو کے سامنے واقع تھی اسے امیر سیف الدین شیخو عمری نے سنہ ۷۵۶ہجری میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ خانقاہ اس طور سے بنی تھی کہ اس کے ساتھ دو حمام اور چند دکانیں تھیں جن کے اوپر لوگوں کے رہنے کے لئے کمرے تھے

یہ خانقاہ حدیث وفقہ کی بہت بڑی درس گاہ تھی:۔

ورتب بہا دروسا عدۃ منہا اربعۃ دروس لطائف الفقہاء الاربعۃ وہم الشافعیۃ والحنفیۃ والمالکیۃ، والحنابلۃ ودرساً للحدیث النبوی ودرساً لقراء القرآن بالروایات السبع، وجعل لکل درس مدرساً، وعندہ جماعۃ من الطلبۃ وشرط علیہم حضور الدروس وحضور وظیفۃ التصوف

امیر شیخو نے اس خانقاہ میں کئی درس کے حلقے قائم کئے ان میں چار درس، چاروں مذاہب کے فقہاء کے لئے مقرر کئے شافعیؒ، حنفیؒ، مالکیؒ اور حنبلیؒ۔ اور ایک درس ساتویں یا تو قرأتوں کے ساتھ قرآن پڑھانے کے لئے مقرر کیا، یہاں طلبائے علوم دینیہ کی ایک جماعت تھی جن کے لئے امیر شیخو نے شرط لگائی تھی کہ وہ درس میں حاضری کے ساتھ ساتھ تصوف کے وظائف کے حلقے میں حاضری دیں۔"

✣ ✣ ✣

(کتاب الخطط ج ۴ ص ۲۸۳)

✣ ✣ ✣

شیخ اکمل الدین محمد بن محمود خانقاہ کے شیخ اور فقہ حنفی کے مدرس تھے، نیز خانقاہ کے اوقاف کی نگرانی بھی آپ کے سپرد تھی۔ فقہ شافعی کے مدرس شیخ بہاؤالدین احمد سبکی تھے، اور فقہ مالکی کے مدرس شیخ خلیل تھے، آپ فوجی

قسم کے آدمی تھے اور فقہ حنبلی کے مدرس قاضی القضاۃ موفق الدین حنبلی تھے۔

اس خانقاہ میں ہر طالب علم کے لئے روزانہ کھانا، گوشت روٹی اور مہینے میں حلوہ، تیل، صابون بھی ملتا تھا اس خانقاہ کے اوقاف بہت زیادہ تھے جن کی آمدنی بہت کثیر تھی، جس کی وجہ سے خانقاہ اور مدرسہ دونوں بڑی شان سے چلتے تھے۔

وتخرج منہا کثیر من اھل العلم۔

"اس خانقاہ سے بہت سے اہل علم فارغ ہوکر نکلے"

ایک خانقاہ شیخونی کی یہ خصوصیت نہیں تھی کہ اس سے بہت سے حضرات علوم شرعیہ سے فارغ ہوکر نکلے، بلکہ ان تمام خانقاہوں سے علماء نکلے جن میں دینی علوم اور مروجہ فنون کی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا۔

خانقاہ جیبغا مظفری!

یہ خانقاہ قاہرہ میں باب النصر کے باہر تھی، اسے امیر سیف الدین جیبغا مظفریؒ نے تعمیر کرایا تھا، اس میں فقراء رہا کرتے تھے، جن کا ایک شیخ ہوا کرتا تھا، ان کو روزانہ کھانا ملتا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک حوض تھا جس سے جانور پانی پیتے تھے، اور میٹھے پانی کا ایک سقایہ تھا جس سے آدمی پانی پیتے تھے، ساتھ ہی اس میں بچوں کے پڑھنے پڑھانے کا معقول انتظام تھا۔

وکتّاب یقرء فیہ ایتام المسلمین کتاب اللہ تعالیٰ ویتعلمون الخط ولہم فی کل یوم الخبز وغیرہ۔

(کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۸۳)

"اور ایک مکتب بھی قائم کیا جس میں مسلمانوں کے یتیم بچے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور لکھنا سیکھتے تھے، ان بچوں کے لئے روزانہ کھانے وغیرہ کا مکمل انتظام تھا۔"

ایک ہی عمارت صوفیاء کی خانقاہ، علماء کی درس گاہ اور بچوں کا مکتب تھی اور ہر درجہ کے مسلمانوں کی علمی اور روحانی طلب پوری کی جاتی تھی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خانقاہی نظام کس قدر جامع اور مفید تھا۔

خانقاہ طغائی نجمی!

یہ خانقاہ شہر کے باہر میدان میں واقع تھی، اور اس کی عمارت بہت شاندار تھی، اسے امیر طغائی نجمی نے تعمیر کرایا تھا، اور اس کے قریب حمام اور حوض بنوایا تھا۔ جس سے جانور پانی پیتے تھے، اس کے آس پاس باغات لگائے تھے، اس خانقاہ میں بھی ایک مدرسہ تھا جس میں قراء تعلیم و تعلم کے فرائض انجام دیتے تھے اور ان کو وظیفہ ملتا تھا۔

ورتب لقراء ھذہ الخانقاہ معلوما۔

(ایضاً ص ۲۸۹)

"اس خانقاہ کے قراء و حفاظ کے لئے طغائی نجمی نے وظیفہ مقرر کیا"

خانقاہ ام انوک!

یہ خانقاہ بھی قاہرہ کے باہر کھلے میدان میں واقع تھی، اسے خاتون طغائی نے تعمیر کرایا تھا، اس کی عمارت بھی بہت شاندار تھی، یہ خاتون بڑی عفیفہ تھی، صدقات و خیرات بہت زیادہ کرتی تھی، اس نے اپنی خانقاہ میں تعلیم و تعلم کا انتظام قائم کیا تھا۔

وجعلت بہا صوفیۃ وقراء ووقفت علیہا الاوقاف الکثیرۃ۔

(کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۹)

"ام انوک نے اس خانقاہ میں صوفیاء کے ساتھ ساتھ قراء و حفاظ کو بھی رکھا اور ان لوگوں کے لئے بہت سے اوقاف وقف کئے"

صوفیاء اور قراء کا باہم رہنا تصوف اور قرآن کے باہمی تعلق کی شہادت ہے، جو خانقاہوں کا نہایت روشن پہلو تھا۔

خانقاہ یونس!

یہ خانقاہ باب النصر کے باہر قبۃ النصر کے قریب تھی اسے امیر یونس نوروزی دوادار متوفی ۷۹۱ھ ہجری نے بنوایا تھا یہ امیر بہت ہی کریم النفس، شریف اور معزز تھا، روزہ، نماز کی کثرت میں مشہور تھا، علماء اور فقہاء کی بڑی تعظیم کرتا تھا اس نے دمشق میں ایک بڑا مدرسہ اور غزہ شہر کے باہر بہت بڑی سرائے بنوائی تھی

جب امیر یونس نوروزی نے مصر میں یہ خانقاہ بنوائی تو اسی کے ساتھ یتیم بچوں کے لئے ایک مدرسہ بھی بنوایا۔

وجعل بجانب هذه الخانقاه مكتبا يقرء فيه ايتام المسلمين كتاب الله تعالیٰ۔	"اس خانقاہ کے ایک طرف امیر یونس نے ایک مکتب قائم کیا جس میں مسلمانوں کے یتیم بچے قرآنِ حکیم کی تعلیم حاصل کرتے تھے"

(کتاب الخطط والآثار ص ۲۹۱ ج ۴)

یہ مصر اور قاہرہ کی اُن چند خانقاہوں کا سرسری جائزہ ہے جو چوتھی صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک وہاں موجود تھیں اور اُن میں علم و عمل کا حسین و جمیل امتزاج پایا جاتا تھا، اور خانقاہیں بیک وقت مساجد، مدارس اور مکاتب بھی ہوا کرتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ ان خانقاہوں میں رہنے والے اُسی احسان و تصوّف پر زندگی بسر کرتے تھے۔ جس کا مقام حدیثِ جبریل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

ان تعبد الله كانك تراه، فان لم تكن تراه فانه يراك۔	"تم اللہ کی یوں عبادت کرو جیسے اُسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اُسے نہیں دیکھتے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"!

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اور جب خانقاہوں کی تولیت و مشیخت علماء سے جاتی رہی اور اُن میں دینی علوم کی تدریس بند ہوئی، جاہل صوفیاء طریقت کے نام پر جہالتیں کرنے لگے۔